علمِ قافیہ

ممتاز الرشید منہاس

کتب خانہ انجمن ترقی اردو جامع مسجد دہلی

علمِ قافیہ

تالیف

ممتاز الرشید

ناشر

کتب خانہ انجمن ترقی اردو

اردو بازار، جامع مسجد دہلی

بار دوم | سنہ ۱۹۶۳ء | قیمت ۵ر

فہرست مضامین علم قافیہ

علمِ قافیہ

تمہید

قافیے کے لُغوی معنی "پیچھے آنے والے" کے ہیں۔ بقولِ اخفش قافیہ "شعر کا آخری کلمہ" ہے۔ لیکن یہ تعریف جامع نہیں۔ خلیل کی تعریف یُوں ہے:- شعر میں سب سے آخری ساکن سے پہلے جو ساکن آئے اس کے ماقبل متحرک سے آخر تک سب کچھ قافیہ ہے۔" جہاں تک عربی زبان کا تعلق ہے یہ تعریف صحیح ہے لیکن ہماری زبان کے معاملے میں یہ درست نہیں۔ بحثیتِ اُردو میں قافیہ اُن حروف اور حرکات کا مجموعہ ہے جو مختلف[۱] الفاظ کے ساتھ غیر مستقل طور پر شعر یا مصرعے کے آخر میں بار بار آئے۔ یہ مجموعہ کبھی کبھی مہمل معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔ بالعموم اس پورے لفظ کو جس میں یہ مجموعہ آتا ہے قافیہ کہہ دیتے ہیں۔

---

۱ اختلاف کی تین صورتیں ہیں (اوّل) معنی اور الفاظ دونوں مختلف ہوں۔ مثلاً "زرد" اور "زرد" (دوم) الفاظ وہی رہیں، صرف معنی میں اختلاف ہو مثلاً "باز" بمعنی پرندۂ شکاری اور "باز" بمعنی پھر (سوم) صرف لفظی اختلاف ہو مثلاً "اطراف" اور "اکناف"۔

قافیے کے بعد جو حرف، کلمہ یا کلمات مستقل طور پر بار بار آئیں انھیں ردیف کہتے ہیں:۔

ہوئے حاضر تو متورم تھے پاؤں، خون جاری تھا
نبیؐ کا دیدۂ ہمدرد وقفِ اشک باری تھا
دل کے خوں ہونے کا غم کیا اب سے تھا
سینہ کوبی، سخت ماتم کب سے تھا

پہلے شعر میں "تھا" ردیف ہے اور "جاری" "باری" قافیے ہیں۔
دوسرے میں "سے تھا" ردیف ہے اور "اب" "کب" قوافی۔

غزل اور قصیدے میں قافیہ مطلع کے دونوں مصرعوں کے آخر میں آتا ہے، مثنوی کے ہر مصرعے کے آخر میں اور قطعہ کے مصرعِ ثانی کے آخر میں۔ غزل اور قصیدے کے باقی اشعار (ماسوائے مطلع) میں بھی قافیہ مصرعِ ثانی کے آخر میں آتا ہے۔

مشق

مندرجہ ذیل اشعار میں ردیف اور قوافی بتاؤ

(۱) نے بلبلِ چمن نہ گلِ نو دمیدہ ہوں
میں موسمِ بہار میں شاخِ بریدہ ہوں

(۲) ریاضِ سبطِ نبیؐ میں ذرا تری نہ رہی
شجر تو کیا کوئی کونپل ہری بھری نہ رہی

(۳) دردِ منّت کشِ دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا

(۴) کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی

(۵) تیری بد ہے گر خوب ہے گیسو کے لئے
ہے کجی عیب گر حسن ہے ابرو کے لئے

(۶) کس خوشی میں خندہ زن ہر غنچۂ تر ہو گیا
کیا خبر پائی کہ یوں جامے سے باہر ہو گیا

(۷) ہیں یار رفیق پر مصیبت میں نہیں
ساتھی ہیں عزیز لیک ذلّت میں نہیں

(۸) تھا مستعار حسن سے اُس کے جو نور تھا
خورشید میں بھی اس ہی کا ذرہ ظہور تھا

(۹) اگر یوں ہی یہ دل ستاتا رہے گا
تو اِک دن مرا جی ہی جاتا رہے گا

(۱۰) کرتا رہا میں دیدۂ گریاں کی احتیاط
پر ہو سکی نہ اشک کے طوفاں کی احتیاط

حروفِ قافیہ

قافیے میں حرکات اور حروف دو قسم کے ہوتے ہیں۔
ایک تو وہ جن کا ہر قافیے میں لانا ضروری ہو جیسے "لایا"

اور "آیا" میں آخر کا "الف" اور اس سے پہلے کی "زبر" یا "قمر" اور "اثر" میں "ر" اور "زبر" یا "چمن" اور "وطن" میں "نون" اور "زبر"۔

دوسرے وہ حروف اور حرکات جن کا بار بار قافیے میں لانا ضروری نہ ہو یعنی اگر انھیں بار بار لایا جائے تو قافیہ خوبصورت معلوم ہو اور نہ لایا جائے تو عیب واقع نہ ہو جیسے "لایا" اور "آیا" یا "پایا" اور "کھایا" میں "ی" اور اس سے پہلے کا "الف" بار بار آئے ہیں تو یہ قافیے خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن "صحرا" کو اگر ان الفاظ کا ہم قافیہ قرار دیا جائے تو بھی درست ہے۔

قافیے کا آخری حرف روی[1] کہلاتا ہے۔ اس سے پہلے جو حرکت یا حروف ساکن ہوں گے وہ اور اُن سے پہلے کی حرکت ہر قافیے میں بار بار لانی پڑے گی۔ مثلاً "حُور" کا قافیہ "نُور" اور "طُور" صحیح ہے لیکن "اور" غلط ہے اس لیے کہ "ر" حرفِ روی ہے، اس سے پہلے حرفِ واؤ ساکن ہے اور اس سے پہلے "پیش" ہے نہ کہ "زبر"۔ پس اگر "پیش" کی بجائے "زبر" لائیں گے

---

[1] "روی" "روا" سے نکلا ہے اور لغت میں "روا" اُس رسّی کو کہتے ہیں جس سے اونٹ پر اسباب باندھا جاتا ہے۔

تو قافیہ غلط ہو جائے گا:

"تخت" کا قافیہ "سخت" اور "بخت" صحیح ہے لیکن "وقت" غلط ہے اس لیے کہ "وقت" میں "ت" سے پہلے "ق" ہے اور اُن پر کے قافیوں میں "ت" سے پہلے "خ" ہے:

روی قافیے کی بُنیاد ہے۔ اس سے پہلے چار حروف لائے جا سکتے ہیں۔ انھیں حروفِ اصلی کہتے ہیں۔ قافیے کے بعد بھی چار حرف آ سکتے ہیں۔ یہ وصلی کہلاتے ہیں۔ لیکن ان سب حروف کا جمع ہونا لازم نہیں۔ صرف حرفِ روی کا لانا ضروری ہے کیوں کہ اگر حرفِ روی نہ ہو تو قافیے کی تحقیق اور تمیز مشکل ہے۔ جب قافیے کا مدار صرف روی پر ہو تو وہ روی مجرّد کہلاتی ہے:

حرفِ روی کے بعد جو حرف یا حروف آتے ہیں ان کا بھی ہر قافیے میں لانا اسی طرح ضروری ہے جس طرح ماقبلِ روی کے ساکنوں کا یعنی اگر حرفِ روی سے پہلے ساکن (ایک یا زیادہ) آ جائیں تو جس طرح ان کی تکرار لازم ہے اسی طرح حروفِ روی کے بعد اگر کوئی حرف یا حروف باندھے جائیں تو اُن کا بار بار لانا ضروری ہے:

اگر حرفِ روی سے پہلے کوئی حرفِ ساکن نہ ہو (یعنی) اس سے پہلے کوئی متحرک حرف ہو) تو صرف حرف روی اور اس سے پہلے کی حرکت کا بار بار لانا ضروری ہے۔ مثلاً "جگر" کے قوافی

"نظر"، "قمر"، "اثر"، "گزد"، "تجر" وغیرہ ہوں گے۔

قافیے کے اصلی حروف

(۱) تاسیس (لغوی معنی "بنیاد رکھنا") اصطلاح میں تاسیس وہ الف ساکن ہے جو روی سے پہلے آئے اور حروفِ روی اور اس الف کے درمیان ایک حرفِ متحرک بطور واسطہ کے واقع ہو۔

ہر طرف غل اِدھر آ پیار کے قابِل قاتِل
کہیں ہے ہے کہیں اُف اُف کہیں قاتِل قاتِل

اس شعر میں "قابل" اور "قاتل" کا "ل" تو روی ہے اور الف تاسیس ہے۔

نوٹ: تاسیس کا لانا ہر قافیے میں لازمی نہیں لیکن اگر مطلع میں اس کی پابندی کی گئی ہو باقی شعروں میں بھی اس کا لانا ضروری ہو گا یعنی اگر مطلع میں "عامل" اور "شامل" قوافی لائے گئے ہوں تو پھر "دِل" اور "محل" کو قوافی بنانا جائز نہیں ہو گا۔ اور اگر مطلع میں "قاتل" اور "بسمل" قوافی آئے ہوں تو بعد کے شعروں میں تاسیس کی پابندی ضروری نہیں۔

(۲) دخیل (لغوی معنی "بیچ میں آنے والا") اصطلاح میں دخیل وہ حرفِ متحرک ہے جو تاسیس اور روی کے درمیان آئے۔
مثلاً مندرجہ بالا شعر میں "قابل" کی "ب" اور "قاتل" کی "ت"۔

یا مثلاً "کامل" اور "شامل" میں "م" ؛

نوٹ: یہ ضروری نہیں کہ ہر قافیے میں حرفِ دخیل بار بار لایا جائے یعنی "کامل" کے قوافی لازماً "عامل" اور "شامل" ہی سمجھے جائیں بلکہ "ساحل" اور "باطل" بھی اس کے قوافی ہو سکتے ہیں لیکن اگر مطلع میں حرفِ دخیل کی تکرار واقع ہو تو پھر یہ تکرار تمام اشعار میں لازم ہو گی ؛

(۳) رِدُف (لغوی معنی "کسی کے پیچھے پیچھے آنا") اصطلاح میں رِدُف وہ حرف مَدّہ[1] ہے جو رَوی سے پہلے بلا فاصلہ آئے ؛

"الف" کی مثال ؎

چمن میں گُل نے جو کل دعوئ جمال کیا
صبا نے مار طمانچہ منہ اس کا لال کیا

اس شعر میں "جمال" اور "لال" کا "ل" تو حرفِ روی ہے اور اس سے متصل "الف" رِدُف ؛

"ی" کی مثال ؎

ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا
آپ آتے تھے مگر کوئی عناں گیر بھی تھا

---

[1] حروفِ مدّہ یہ ہیں:- (۱) الف ساکن ماقبل مفتوح مثلاً "بہار" اور "بخار" میں۔ (۲) یائے ساکن ماقبل مکسور مثلاً "اسیر" اور "امیر" میں اور (۳) واؤ ساکن ماقبل مضموم مثلاً "سُرور" اور "نفور" میں ؛

اس شعر میں "تاخیر" اور "عناں گیر" کی "ر" حرفِ روی ہے اور اس سے متصل "ی" رِدف ہے۔

"واؤ" کی مثال ؎

ہے حرفِ خامہ دِل زدہ حُسنِ قبول کا
یعنی خیال سر میں ہے نعتِ رسولؐ کا

اس شعر میں "قبول" اور "رسول" کا "ل" حرفِ روی ہے اور اس سے پہلے "واؤ" رِدف ہے۔

اگر حرفِ روی اور حرفِ مدّہ کے درمیان کوئی حرفِ ساکن بطور واسطہ واقع ہو تو وہ حرفِ ساکن "رِدفِ زائد" کہلاتا ہے جیسے بانٹ اور چھانٹ میں "نون"، دوست اور پوست میں "س"۔ جس رِدف میں رِدفِ زائد آئے اسے رِدفِ اصلی کہتے ہیں اور جس میں رِدفِ زائد نہ آئے وہ رِدفِ علی الاطلاق کہلاتی ہے۔

"رِدفِ زائد" کے لیے یہ چھے حرف مخصوص ہیں :۔ ش، ر، ف، س، خ، ن، اِن کا مجموعہ "شرفِ سخن" بنتا ہے جسے بہ آسانی یاد رکھا جا سکتا ہے۔

خواجہ نصیر الدین محقّق طوسی نے معیار الاشعار میں "رِدفِ زائد" کو "ردیِ مضاعف" کا نام دیا ہے مگر عام طور پر "رِدفِ زائد" ہی مستعمل ہے۔

نوٹ :- (۱) شعرائے عرب و عجم نے رِدف کے اختلاف کو جائز رکھا ہے جیسے "وجود" کا قافیہ "وعید" لیکن اُردو میں اختلاف ردف کسی طرح جائز نہیں۔
(۲) قافیے کا مدار تلفظ پر ہے کتابت پر نہیں۔ پس واو معدولہ کو قافیے میں شمار نہیں کیا جائے گا یعنی "خواب" کا قافیہ "باب" اور "خور" کا قافیہ "دُر" ہو سکتا ہے۔

(۴) قید (لغوی معنی "بیڑی"، "کتاب کا شیرازہ" یا "شکنجہ") اصطلاح میں حروف مدّہ کے سوا اور کوئی حرفِ ساکن حرفِ روی سے پہلے بلا فاصلہ آئے تو اُسے قید کہتے ہیں مثلاً "رزم" اور "بزم" کی "ز"۔

اگر حرفِ رِدف سے پہلے کی حرکت موافق نہ ہو (یعنی "الف" سے پہلے "زبر"، "ی" سے پہلے "زیر" اور "واؤ" سے پہلے "پیش" نہ ہو) تو حرفِ رِدف نہیں بلکہ قید سمجھا جائے گا جیسے جَوز اور غَور میں واؤ اور خَیر اور غَیر میں "ی"۔

عربی میں حرفِ قید متعدد ہیں لیکن اہلِ عجم نے دس مقرر کیے ہیں :- ب، خ، ر، ز، س، ش، غ، ف، ن، اور ہ۔

اِن حروف کو مختلف اشعار میں نظم کیا گیا ہے :- ؎

(۱) در عجم دال وہ حروفِ قید یعنی با و خا
را و زا و سین و شین و غین و فا و نون و ہا

(۲) با و خا و سین و شین و را و زا
غین و فا و نون و ہا گفتم ترا

(۳) بؔا و خؔا و رؔا و زؔا و سؔین و شؔین
غیؔن و فؔا و نوؔن و ہؔا می داں یقیں

بعض اہلِ فن کے نزدیک فارسی میں حروفِ قید بارہ ہیں:۔

حرفِ قید اندر زبانِ فارسی
دہ دو بالا ہست بشنو اے فتا
بؔا و خؔا و رؔا و زؔا و سؔین و شؔین
غیؔن و فؔا و نوؔن و وؔاوٌ و ہؔا و یؔا

مگر اُردو میں تعداد مقرر نہیں کی گئی۔

مشق

مندرجہ ذیل اشعار میں حرفِ روی، حرفِ تاسیس، حرفِ دخیل، حرفِ رِدف اور حرفِ قید پر نشان کرو:۔

۱۔ دل کی بیماری سے طاقت طاق ہے
زندگانی اب تو کرنا شاق ہے

۲۔ کوئی دن گر زندگانی اور ہے
اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے

۳۔ لعل پر کب دِل میرا مائل ہوا
اُس لبِ خاموش کا قائل ہوا

۴۔ دِل فرطِ اضطراب سے سیماب سا ہُوا
چہرہ تمام زرد زرِ ناب سا ہُوا
۵ ہر ذی حیات کا ہے سبب جو حیات کا
نِکلے ہے جی ہی اس کے لیے کائنات کا
۶۔ کیا میں بھی پریشانیٔ خاطر سے قریں تھا
آنکھیں تو کہیں تھیں دلِ غم دیدہ کہیں تھا
۷۔ اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماریِ دل نے آخر کام تمام کیا
۸۔ میرے مالک نے مرے حق میں یہ احسان کیا
خاکِ ناچیز تھا میں سو مجھے انسان کیا
۹۔ چشم سے خون ہزار نکلے گا
کوئی دِل کا بخار نِکلے گا؟
۱۰۔ دیکھ لینا تم کہ دُنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
اور ہی کچھ باغِ عالم کی ہوا ہو جائے گی

قافیے کے وصلی حروف

(۱) وصل (لغوی معنی "ملنا") اصطلاح میں وصل وہ حرف ہے جو
روی کے بعد بلا فاصلہ آئے جیسے "موڑا" اور "چھوڑا" میں "الف"

"حیرانی" اور "ویرانی" میں "ی" ۔

نوٹ:۔ روی اور وصل میں یہ فرق ہے کہ وصل کو حذف کرنے سے کلمہ بامعنی رہتا ہے لیکن روی کے ہٹانے سے مہمل ہو جاتا ہے۔ مثلاً اوپر کی پہلی مثال میں "ر" حرفِ روی ہے، اس کو حذف کرنے سے کلمہ بے معنی ہو جائے گا۔ لیکن "الف" (حرفِ وصل) کے دور کرنے سے بامعنی رہے گا۔ دوسری مثال میں "ن" حرفِ روی ہے۔ اس کے دور کرنے سے کلمہ کلمہ نہیں رہے گا لیکن "ی" (حرفِ وصل) کے حذف کرنے کے باوجود کلمہ ہی رہے گا۔

فارسی میں وصل کے بھی دس حرف مقرر کیے گئے ہیں:۔ ا، د، ہ، ت، س، م، ک، ن، ی، ش، ان کو یوں نظم کیا گیا ہے ؎

وہ بود وصل فارسی گو را
الفؔ و دالؔ و کافؔ و ہاؔ و یاؔ
حرفِ جمع و اضافت و مصدر
حرف تصغیر و رابطہ است دگر
دیگرے ہم الفؔ ہم دالؔ و تاؔ و یاؔ و سینؔ
میمؔ و کافؔ و نونؔ و ہاؔ و حرف شینؔ

اردو میں اضافت اور مصدر کی شاید ہی کوئی مثال ہو، باقی قریب قریب سب استعمال ہوتے ہیں ۔

حرفِ وصل کے متعلق یاد رکھنا ضروری ہے کہ وہ خود تو ساکن ہوتا ہے لیکن روی کو متحرک بنا دیتا ہے۔ جب روی متحرک

ہو جاتی ہے تو اسے مطلق کہتے ہیں ورنہ وہ مقیّد کہلاتی ہے ؛

(۲) خروج (لغوی معنی "باہر آنا") اصطلاح میں خروج وہ حرف ہے جو وصل کے بعد بلا فاصلہ آئے۔ جیسے "جانا" اور "آنا" میں "نون" کے بعد کا "الف" ؛

("نون" حرفِ وصل ہے اور اس سے پہلے کا "الف" حرفِ روی)

(۳) مزید (لغوی معنی "زیادہ کیا ہوا") اصطلاح میں مزید وہ حروف ہے جو خروج کے بعد بلا فاصلہ آئے۔ جیسے "بچائے" اور "مچائے" میں "ے" ؛

("چ" حرفِ روی، "الف" حرفِ وصل اور "ہمزہ" حرفِ خروج ہے)۔

(۴) نائرہ (لغوی معنی "دُور بھاگنے والا") اصطلاح میں نائرہ وہ حرف ہے جو مزید کے بعد بلا فاصلہ آئے جیسے "جگائے گا" اور "لگائے گا" میں آخری "الف" ؛

(پہلے "گ" کے بعد کا "الف" حرفِ روی ہے، "ہمزہ" حرفِ وصل، "ے" حرفِ خروج اور دوسرا "گ" حرفِ مزید ہے) ؛

نوٹ:۔ نائرہ کے بعد جو حرف آئے گا اسے ردیف میں شمار کریں گے ؛

حروفِ قافیہ کو یاد رکھنے کی غرض سے یوں نظم کیا گیا ہے :۔

قافیہ در اصل یک حرف است و ہشت آں را تبع
چار پیش و چار پس ایں مرکز آں ہا دائرہ

حرف تاسیس و دخیل و ردف و قید آنگہ روی

بعد ازاں وصل و خروج است و مزید و نائرہ

دیگر ؎ حرف کہ در قافیہ گردد ظاہر

باید کہ شوی ز نام ایشاں ماہر

تاسیس و دخیل و قید و ردف است و روی

وصل است و خروج است و مزید و نائرہ

دیگر ؎ قافیہ ہے اصل میں اک آٹھ شاخیں اس کی ہیں

چار آگے چار پیچھے، یوں بنا اک دائرہ

حرفِ تاسیس و دخیل و ردف و قید اور پھر روی

بعد ازاں وصل و خروج اور پھر مزید و نائرہ

دیگر ؎ حروف نو قافیہ کے ہیں ظاہر

چار قبل روی ہیں چار آخر

پہلے تاسیس و ردف و قید و دخیل

یاد رکھ اُن کو تُو اگر ہے عقیل

بعد ازاں وصل پھر خروج و مزید

بعد اُن کے نائرہ بھی ہے مزید

چار پہلے روی کے ہیں اصلی

بعد کے چار حرف ہیں وصلی

یہ بات ہمیشہ مدِ نظر رہنی چاہیئے کہ روی اور اس کے بعد

جتنے حروفِ قافیہ ہیں ان کا اختلاف جائز نہیں، رِدف اور قید کو بھی نہیں بدل سکتے، البتہ تاسیس اور دخیل میں اختلاف ہو سکتا ہے۔

اُردو کے بعض شعرا کا خیال ہے کہ روی کے بعد جتنے حروف آتے ہیں وہ ردیف میں داخل ہیں خواہ وہ مستقل کلمہ ہوں یا نہ ہوں۔ اس بنا پر اُردو میں حروفِ قافیہ صرف تاسیس، دخیل، رِدف اور روی ہوں گے۔

بعض اہلِ فن کا خیال ہے کہ شعر کی بنیاد نغمے پر ہے اور نغمہ سماعت سے تعلق رکھتا ہے اس لیے قافیے میں ہم آواز حروف ایک دوسرے کی جگہ لے سکتے ہیں یعنی "پاس" کا قافیہ "خاص" اور "میراث" بھی جائز ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ صرف عربی ضمہ (اُلٹا پیش)، فتحہ (کھڑی زبر) اور کسرہ (کھڑی زیر) نیز تنوین کی حد تک یہ اصول درست ہے یعنی "وضو" کا قافیہ سلمہٗ، مالا کا قافیہ اعلیٰ، بہ کا قافیہ سہی اور "فوراً" کا قافیہ "روشن" جائز ہے۔

ہماری زبان میں بعض قوافی ایسے بھی ——— آئے ہیں جن کے حروف نہ تو رِدف اور قید کی تعریف میں آتے ہیں اور نہ انھیں تاسیس یا دخیل کہا جا سکتا ہے مثلاً رحمت، زحمت زینت، طینت، حرکت، برکت، کہیں، نہیں، یہیں، وہیں، منفور، فغفور وغیرہ میں حرفِ روی سے پہلے کے حروف۔ ان کے لیے بھی کچھ نام تجویز کرنے کی ضرورت ہے۔

مشق

ذیل کے اشعار میں وصل، خروج، مزید اور نائرہ بتائیے:۔

(۱) کیا کہیں سب ہیں یہاں جی کے جلانے والے
نالے آہوں سے سوا آگ لگانے والے

(۲) اگلی سی اب حسینوں میں رعنائیاں نہیں
وہ دلفریبیاں وہ دِل آرائیاں نہیں

(۳) بتاؤں کون سا ہے وہ مکاں سارے مکانوں میں
کہ جس کی سربلندی کے ہیں چرچے آسمانوں میں

(۴) گِلہ کرتا ہے کیا اے دوست دَورِ آسمانی کا
ہے شکوہ سر بسر بے جا ستم ہائے زمانی کا

(۵) کہہ تو کس مصرف کی ہے یہ فتنہ سامانی تری
ہے کفن کس لاش کا پوشاکِ عریانی تری

(۶) حرفِ شکایت آپ کا اپنی زباں پہ لائیں کیا
تابِ بیاں ہی رُعب سے ہو نہ تو لب ہلائیں کیا

(۷) منہ شاہدانِ گُل کے جو شبنم نے دھوئے تھے
سُنبل کے بال بال میں موتی پروئے تھے

یہ حال تھا جتنے قدم آگے وہ بڑھا تھا
پانی جہاں پایاب تھا اوپر کو چڑھاتا تھا

(۹) جہاں میں رحم کے اوصاف کا سب راگ گاتے ہیں
بُرا انگیں دلی ایذا رسائی کو بتاتے ہیں

(۱۰) نکتہ چیں ہے غمِ دِل اس کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

حرکاتِ قافیہ

قافیے کی حرکتیں (زبر، زیر، پیش) چھ طرح آتی ہیں۔ مختلف حالتوں میں ان کے نام یہ ہیں:۔

رس۔ اشباع۔ حذو۔ توجیہہ۔ مجرٰی اور نِفاذ۔

(۱) رس (لغوی معنی "ابتدا کرنا") وہ زبر ہے جو الف تاسیس سے پہلے آتی ہے جیسے "ظاہر" اور "ماہر" میں "ظ" اور "م" کی زبر۔

(۲) اِشباع (اسیر کرنا) حرفِ دخیل کی حرکت کا نام ہے (حرکت تینوں میں سے کوئی بھی ہو) مثلاً "چادر" اور "مادر" میں "دال" کی زبر، "خاطِر" اور "شاطِر" میں "ط" کی زیر، "تغافُل" اور "تجاہُل" میں "ف" اور "ہ" کی پیش۔

نوٹ:۔ اختلافِ اشباع جائز نہیں یعنی "عالَم" اور "عالِم" ہم قافیہ نہیں ہو سکتے لیکن جب حرفِ روی وصل سے مل کر متحرک ہو جائے تو جائز ہے مثلاً برابری اور شاطری

میں ایک جگہ "س" سے پہلے حرف (ب) پر زبر ہے اور دوسری جگہ (ط) کے نیچے زیر۔

(۳) حذو (دو چیزوں کو برابر کرنا)۔ ردف اور قید سے پہلے جو حرکت ہو اُسے حذو کہتے ہیں جیسے "غبار" اور "شمار" میں "ب" اور "م" کی زبر، "دُور" اور "نُور" میں "د" اور "ن" کی پیش، "وزیر" اور "امیر" میں "ز" اور "م" کی زیر۔

نوٹ:۔ اختلافِ حذو ردف میں تو قطعاً جائز نہیں یعنی "دلیل" اور "طُفیل" ہم قافیہ نہیں ہو سکتے البتہ حرفِ روی وصل سے مل کر متحرک ہو جائے تو بعض کے نزدیک قید میں جائز ہے مثلاً "شُستہ" اور "رَستہ" میں "ش" پر پیش ہے اور "ر" پر زبر۔

(۴) توجیہہ (منہ پھیرنا) اُس روی ساکن کے ماقبل کی حرکت کا نام ہے جس سے پہلے کوئی اور حرفِ قافیہ نہ ہو جیسے "علَم" اور "قلَم" کے "ل" کی زبر۔

نوٹ:۔ اختلافِ توجیہہ جائز نہیں یعنی "ہم" اور "تُم" ہم قافیہ نہیں ہو سکتے۔ البتہ جب حرفِ روی وصل سے مل کر متحرک ہو جائے تو جائز ہے۔ جیسے "ہٹانا" اور "مٹانا" میں "ہ" پر زبر ہے اور "م" کے نیچے زیر۔ لیکن ایسی حالت میں یہ حرکت ماقبلِ روی کہلاتی ہے۔

(۵) مجریٰ (جاری ہونے کی جگہ) متحرک حرفِ روی کی حرکت کا نام ہے جیسے "حیرانی" اور "پیشانی" میں "ن" کی زیر۔

نوٹ:۔ حرکتِ مجریٰ میں بھی اختلاف جائز نہیں۔

(۶) نفاذ (فرمان کا جاری ہونا) حرفِ وصل کی حرکت کا نام ہے۔ مثلاً "جائیے" اور "کھائیے" میں ہمزہ کی زیر ؂

نوٹ:۔ خروج اور نائرہ کی حرکات بھی نفاذ کہلاتی ہیں۔ نفاذ کے اختلاف کی نہ اجازت ہوتی ہے نہ گنجائش ؂

مشق

مندرجہ ذیل اشعار میں حرکاتِ قافیہ پر نشان کرو:۔

(۱) شورِ جنوں ہمارا آخر کو رنگ لایا
جو دیکھنے کو آیا ہاتھوں میں سنگ لایا

(۲) جو رازِ گریۂ شبنم کی جستجو کرتے
تو گُل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے

(۳) جیتے جو دوا سے تو امیر ایک نہ مرتا
بچتے جو دُعا سے تو فقیر ایک نہ مرتا

(۴) دل نہ کر منت زراہِ بے قراری بیشتر
ناز کو کرتی ہے یاں الحاح وزاری بیشتر

(۵) سینہ و دل حسرتوں سے چھا گیا بس ہجومِ یاس، جی گھبرا گیا

(۶) مجھے آرزوئے وفا رہی تجھے مشقِ جور و جفا رہی
کہوں کیا کہ تیرے ستم کی اب مرے سر بلا یہ بلا رہی

(۷) الٰہی میں بندہ گنہگار ہوں گناہوں میں اپنے گرفتار ہوں

(۸) سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

(۹) وہی مجریٔ ہے بحرِ ہستی کا وہی خالق فراز و پستی کا

(۱۰) نقشِ فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا

کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

عیوبِ قافیہ

قافیے میں عیب کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:۔

(۱) اِکفا۔ حروفِ روی میں اختلاف۔ مثلاً "کتاب" کا قافیہ "آپ" لائیں۔

(۲) غلُو۔ حرفِ روی ایک جگہ ساکن ہو اور دوسری جگہ متحرک۔ مثلاً ؎

نہ پوچھ مجھ سے کہ رکھتا ہے اضطراب جگر نہیں ہے مجھ کو خبر دل سے لے کے تابہ جگر

پہلے مصرعے میں "ب" ساکن ہے اور دوسرے میں متحرک۔

(۳) سناد۔ اختلافِ ردف اور اختلافِ قید کو کہتے ہیں مثلاً گوشت اور پوست، نار اور نور، صبر اور قہر وغیرہ۔

(۴) اِقوا۔ اختلافِ حذو اور اختلافِ توجیہہ کا نام ہے مثلاً
طُول اور ہَول سُنت اور مُرت وغیرہ۔

(۵) تعدی۔ حرفِ وصل ایک جگہ ساکن ہو اور دوسری جگہ متحرک۔ اُردو میں اس عیب کی کوئی مثال نہیں پائی جاتی البتہ عربی میں کئی مثالیں موجود ہیں۔

(۶) ایطا۔ مطلع میں قافیے کی تکرار کو کہتے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جلی اور (۲) خفی۔

ایطائے جلی وہ ہے جس میں تکرار صاف ظاہر ہو مثلاً "دردمند" اور "حاجت مند" میں "مند" کی تکرار۔ ایطائے خفی وہ ہے کہ تکرار صریحی طور پر معلوم نہ ہوتی ہو مثلاً "دانا" اور "بینا" میں الف کی تکرار

نوٹ:۔ ایک ٹکڑے کے لفظاً اور معناً مکرر آنے کو ایطا کہتے ہیں۔ لہٰذا اگر قافیہ کا جزوِ آخر مکرر آئے مگر اُس کے معنی جداگانہ ہوں تو وہ ایطا نہیں سمجھا جائے گا۔

(۷) قافیۂ معمولہ۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر کوئی لفظ اکیلا قافیہ نہ ہو سکے تو اس کے ساتھ دوسرا لفظ بڑھا کر قافیہ بنالیں۔ یہ قافیۂ معمولہ ترکیبی کہلاتا ہے مثلاً "پروانہ ہُوا"، "دیوانہ ہُوا" وغیرہ قوافی ہوں تو "اچھا نہ ہُوا" بھی اُن کے ساتھ لے آئیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو ٹکڑے کرکے پہلے کو داخلِ قافیہ کردیں اور دوسرے کو شریکِ ردیف مثلاً ؎

دردِ منّت کشِ دوا نہ ہُوا　　میں نہ اچھا ہُوا بُرا نہ ہُوا
رہزنی ہے کہ دلستانی ہے　　لے کے دل دلستاں روانہ ہُوا

یہاں "نہ ہوا" ردیف تھی۔ ضرورتِ شعری کی وجہ سے "روانہ ہُوا" باندھنا پڑا یعنی "روانہ" سے "نہ" کو کاٹ کر داخلِ ردیف کیا۔ اس کو قافیہ معمولہ تحلیلی کہتے ہیں ؂

مشق

مندرجہ ذیل اشعار میں قوافی کے عیوب بتاؤ :۔

اس باغچے میں سبزۂ بیگانہ آئے گا
گلشن کی سمت بلبلِ شیدا نہ آئے گا

محبت نے یہ چاشنی اور دی
کہ میرے تئیں جیتے جی گور دی

دیکھے گر چشم تری اے گل شاداب حباب
شرم کے وہیں بحر میں ہو آب حباب

کانپا ہے کلیجا دلِ دشمن بھی خجل ہے
جب سے تمھیں دیکھا ہے حواسوں میں خلل ہے

کیفِ مئے عشرت سے جواں چرخِ کہن ہے
یہ رات بھی کیا زبدۂ اوقاتِ زمن ہے

کرشموں کو محبت کے تو اِک افسانہ سمجھا ہے
رموزِ عشق کو ناداں سمجھے گا نہ سمجھا ہے
بتوں سے آشنائی کی رہا نا آشنا حق سے
جو سب کا ہے اُسی کو نا سمجھ بیگانہ سمجھا ہے
پجاری چیختے ہیں ناچتے ہیں گھنٹے بجتے ہیں
پرستش ہے یہی ان کی جسے مذہب سمجھتے ہیں
ابھی بر آئے گا مطلب قریب ہے منزل
بس آیئے سرِ منزل کچھ اور چلنے دو
کہیں ہے رنگِ حقیقت کہیں مجاز کی بو
نسیم لطف دکھائے تری غزل سننے دو
رہتا ہے میرے دل میں جو ہر دم خیالِ دوست
ہر شے میں دیکھتا ہوں گویا جمالِ دوست
یہی ازل سے چلے ہیں ہم آرزو کرتے
حدیں زمانے کی مٹ جائیں جستجو کرتے
کہتے ہو نہ دیں گے ہم دل اگر پڑا پایا
دل کہاں کہ گم کیجئے ہم نے مدعا پایا
اِن دنوں فرحت فزا ہے باغِ عالم کی فضا
مژدۂ جاں بخش لے کر آتی ہے بادِ صبا
سن تو سُنے سے کیا حکایت کرتی ہے
بس جدائی کی شکایت کرتی ہے

چمن میں صبح جو اُس جنگجو کا نام لیا
صبا نے تیغ کا آبِ رواں سے کام لیا

آغوشِ لحد میں جب کہ سونا ہوگا
جُز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا

آہ کیوں رسا نہیں ہوتی
کیوں مخالف ہوا نہیں ہوتی

جبر کی انتہا تو ہوتی ہے
صبر کی انتہا نہیں ہوتی

ہے مشقِ سخن جاری چکّی کی مشقت بھی
اِک طرفہ تماشہ ہے حسرتؔ کی طبیعت بھی

اِقسامِ قافیہ

بہ اعتبارِ روی

حرفِ روی کے لحاظ سے قافیے کی چھے قسمیں ہیں:۔

(۱) جس قافیے میں حرفِ تاسیس ہوتا ہے اسے مؤسّس کہتے ہیں جیسے قابِل اور جاہِل۔

(۲) جس قافیے میں حرفِ دخیل ہوتا ہے اسے مدخول کہتے ہیں جیسے ماہر اور ظاہر۔

(۳) جس قافیے میں حرفِ رِدف ہوتا ہے اسے مردّف کہتے ہیں جیسے کمال اور زوال۔

(۴) جس قافیے میں حرفِ قید ہوتا ہے اسے مقیّد کہتے ہیں جیسے برق اور ظرف۔

(۵) جس قافیے میں صرف حرفِ وصل یا وصل اور خروج یا وصل، خروج اور مزید وصل، خروج، مزید اور نائرہ بھی ہوں اسے موصولہ کہتے ہیں۔

(۶) جس قافیے میں روی کے علاوہ اور کوئی حرف نہ ہو اُسے مجرّد کہتے ہیں۔

نوٹ :- موسّس، مدخول، مردّف، مقید اور مجرّد سب کے سب قافیے کے اوصاف ہیں ان سب کا ایک ہی قافیے میں آنا ضروری نہیں۔

بہ اعتبارِ وزن

وزن کے لحاظ سے قافیے کی پانچ قسمیں ہیں :-

(۱) مترادف۔ جس قافیے کے آخر میں دو ساکن بلا فصل واقع ہوں مثلاً ؎

ہنگامہ گرم ہستیِ ناپائدار کا ۔۔۔ چشمک ہے برق کی کہ تبسّم شرار کا

(۲) متواتر۔ جس قافیے کے آخر میں دو ساکنوں کے درمیان ایک متحرک واقع ہو مثلاً ؎

ہیں بہار و باغ دونوں وقفِ دشمن کے لیے ۔۔۔ چند کانٹے رہ گئے ہیں میرے دامن کے لئے

(۳) متدارک۔ جس قافیے کے آخر میں دو ساکنوں کے درمیان دو متحرک واقع ہوں مثلاً ؎

کہاں وہ ہجر میں اگلا سا ولولہ دل کا
کہو کہ موت کرے آ کے فیصلہ دل کا

(۴) متراکب جس قافیے کے آخر میں دو ساکنوں کے درمیان تین متحرک واقع ہوں ؎

تیغِ ابرو سے جو حذر نہ کرے اس کی آئی ہے موت کیوں نہ مرے

(۵) متکاوس۔ جس قافیے کے آخر میں دو ساکنوں کے درمیان چار متحرک واقع ہوں۔ اس قافیے کی مثالیں عربی میں تو موجود ہیں لیکن اُردو فارسی میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

ردیف

لُغت میں ردیف اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی کے پیچھے سوار ہو۔ اصطلاح میں ایک یا ایک سے زیادہ کلمے یا حروفِ مستقل کو جو قافیے کے بعد بار بار آئے ردیف کہتے ہیں۔ یہ اہلِ فارس کی اختراع ہے۔ قدیم عربی زبان میں اس کا وجود نہیں پایا جاتا البتہ اب عرب شعرا بھی ردیف لاتے ہیں۔

ردیف کا بصورتِ لفظ یا الفاظ مستقل ہونا ضروری ہے گو معنًا بھی ایک ہونا لازم نہیں۔ مراد اس سے یہ ہے کہ بلحاظ کتابت شکل ایک ہونی چاہیئے۔ مثلاً ؎

نویدِ امن ہے بیدادِ دوست جاں کے لیے
رہے نہ طرزِ ستم کوئی آسماں کے لئے
گدا سمجھ کے وہ چپ تھا، مری جو شامت آئی
اُٹھا اور اُٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لئے

ان اشعار میں "جاں"، "آسماں" اور "پاسباں" قوافی ہیں اور "کے لیے" ردیف۔ دوسرے شعر میں ردیف کے وہ معنی نہیں رہے جو پہلے دو دو مصرعوں میں ہیں۔

اگر ردیف قافیے سے پہلے آئے یا دو قافیوں کے درمیان واقع ہو تو ایسی ردیف کو حاجب کہتے ہیں۔

مثالِ اوّل ؎

ملنا ہمارا ان کا تو کب جائے جائے ہے
البتہ آدمی سو کبھی جائے جائے ہے

مثالِ دوم ؎

کہیں آنکھوں سے خوں ہو کے بہا
کہیں دل میں جنوں ہو کے رہا

ردیف کا تقابل فصحا کے نزدیک عیب ہے یعنی جو کلمہ ردیف ہو

وہ پورا کلمہ (سوائے مطلع کے) پہلے مصرع میں نہیں آنا چاہیئے مثلاً ؎

اگر ہوتی رسائی عاشقِ مضطر کی قسمت میں
تو وہ اب تک پہنچ جاتا کبھی کا اُن کی محفل میں

لیکن اگر ردیف کا کوئی جز پہلے مصرعے کے آخر میں آ جائے تو وہ معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ مثلاً ؎

دادِ جاں بازی ملے گی آپ سے اُمّید ہے
آج جانبازوں کا میلہ آپ کی محفل میں ہے

شعر میں ردیف کا لانا ضروری نہیں۔ صرف قافیے کی پابندی لازم کی گئی ہے۔ جس شعر میں ردیف ہو اُسے مُردّف کہتے ہیں۔ ردیف کے لیے کوئی خاص مقدار بھی مقرر نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شعر صرف قافیے اور ردیف ہی پر مشتمل ہو۔

اُردو زبان کے مستند ادیب اہل قلم علامہ اخلاق صاحب دہلوی کے بہترین

پانچ علمی شاہکار

۱۔ مضمون نگاری } نامور اہل علم اور ملک کے معزز اخبارات و رسائل کی رائے ہے کہ اس موضوع پر اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اس کے مطالعے سے بہت جلد مضمون لکھنا آجاتا ہے۔ قیمت مجلد تین روپے ۳/-

۲۔ روحِ بلاغت } علم بلاغت پر نہایت سہل اور جامع کتاب ہے اور اُردو ادب پر عبور حاصل کرنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بیحد مفید ہے۔ بلا جلد ۵/۔

۳۔ میزانِ سخن } اُردو شعروادب کے پرکھنے کی بہترین کسوٹی ہے اس میں کلام کے محاسن اور متروکات کا ذخیرہ مع امثال مہیّا کر دیا گیا ہے۔ بلا جلد ۲/

۴۔ فنِ شاعری } یہ اپنے طرز کی نادر تصنیف ہے اس میں علم عروض وقافیہ کے وہ نکات جو اور کتابوں میں نہیں ملتے نہایت سلیقے سے مرتب کئے گئے ہیں شعرگوئی کے قاعدے بھی ہیں۔ اس کے مطالعے سے بہت شعر کہنا اور شعر کو پرکھنا آجاتا ہے قیمت ۲/۸/

۵۔ شمیمِ بلاغت } یہ مختصر رسالہ علم بدیع اور اصناف نظم و نثر پر مشتمل ہو نہایت مختصر اور جامع ہے زبان نہایت سادہ سلیس اور عام فہم ہے مثالیہ اشعار شائستہ اور دلآویز ہیں اس کے مطالعے کے بعد اس فن کی ضخیم کتب کے مطالعہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ ۱۰/

کتب خانہ انجمن ترقی اُردو۔ اُردو بازار جامع مسجد دہلی ۶